معاشی استحکام کے لئے خواتین کی آمدنی کا استعمال: اسلامی احکام کی روشنی میں

Female Earnings contribution for the economic stability: A study in the light of Islamic Teachings

Ms. Zainab Moin
Lecturer, Islamic Studies department, Fatima Jinnah Women University Rawalpindi Pakistan.
Email: zainab.moin@fjwu.edu.pk ORICD: https://orcid.org/0000-0001-8436-9443

Ms. Hafsah Ayaz Qureshi
Lecturer, Islamic Studies department, Fatima Jinnah Women University Rawalpindi Pakistan.
Email: hafsa_ayyaz@fjwu.edu.pk ORICD: https://orcid.org/0000-0002-0310-2470

ABSTRACT:

Almighty being the creator of the universe has bestowed humanity with uncountable blessings. Adam and Eve were the first of humans and they established the family system on earth. This laid the foundations to built the society. Spread of humanity demanded different needs by observing changes in the society. Family is the basic unit of society where husband and wife manage the financial issues. Marital relationships are being affected because females do not contribute financially. This is also leading to the discriminatory behaviour towards females. This research aims at knowing the importance of female's role in the financial stability of the society. The researcher has also highlighted the need of female contribution in the economic stability through their earnings in the light of the Islamic teachings.

Keywords:
Finamcial, Islamic, Stability, Contribution, Teachings, Female

تمہید:

اللہ تبارک وتعالیٰ جو دونوں جہانوں کا خالق ومالک ہے جس نے اپنی خاص مصلحت کے تحت زمین وآسمان اور سارے جہان کو پیدا فرمایا اور اس جہاں میں مختلف قسم کی نعمتوں کو بھی پیدا فرمایا الغرض ہر اس نعمت کو اس جہاں میں رکھ دیا جو اس کی بہترین مخلوق انسان کے لئے کارآمد ہو۔اس روئے زمین پر سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام اور پھر حضرت بی بی حوا رضی اللہ عنہا نے قدم رکھا اور پھر دھیرے دھیرے ایک خاندان، سماج، معاشرہ وجود میں آتا چلا گیا یہاں تک کے ایک دنیا آباد ہوگئی۔شوہر اور بیوی کے ذریعے خاندان پھیلتے گئے پھر یہ خاندان پھیلتے پھیلتے ایک سماج کی

شکل اختیار کرتے گئے یہاں تک کے ایک معاشرہ وجود میں آجاتا ہے۔ لہٰذا جیسے جیسے معاشرے پھیلتے گئے ہر ہر معاشرے میں مختلف قسم کی نئی نئی تبدیلیاں بھی وجود میں آتی گئی، کہیں معاشروں میں تعلیم و تربیت کی کمی، کہیں معاشی مسائل، کہیں سماجی و اقتصادی مسائل دیکھنے کو ملتے ہیں۔

آج انسان بالخصوص زوجین کے رشتوں میں اہم ترین مسئلہ اور پہلی ترجیح معاشی مسائل کی فراہمی بن چکا ہے۔ معیار زندگی کی مسابقت نے فرد کو معاشرے، خاندان، یہاں تک کے فرد کو فرد سے ہی جدا کر دیا ہے اور تاثر پھیلا دیا ہے کہ اگر معاشرے میں اپنا مقام بلند رکھنا چاہتے ہو، اور اپنے وجود کی موجودگی کا اظہار کرنا چاہتے ہو تو اسے چاہیے کہ معاش کی دوڑ میں دوسروں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرے۔ عصر حاضر میں اپنا مقام اسٹیٹس کو برقرار رکھنے کے لئے معاشی خود انحصاری ناگزیر قرار پاچکی ہے، اسی مقام کے حصول کے لئے، معاشی میدان میں سبقت حاصل کرنے کے لئے ایثار و قربانی جیسے ارفع و اعلیٰ جذبات ناہونے کے برابر ہو چکے ہیں، حتی کے اقوام و افراد کے مابین باہمی تعلقات بھی مال و دولت کی قدر میں ماپے جانے لگے ہیں لہذا اس اصول کے تحت ماہرین نے خواتین کی معاشرتی زبوں حالی کا جائزہ لیا جس کے نتائج یہی برآمد ہوئے کہ چونکہ وہ خود مال و زر کما کر نہیں لاتی اس لئے ان کے ساتھ ناروا اور امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا یہی حل ہے کہ عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ انہی جیسی تعلیم و تربیت دے کر معاشی دوڑ میں شامل کیا جائے۔ اس طرح نہ صرف اس کا سماجی مرتبہ بلند ہو گا بلکہ اسے خود اختیاریت بھی حاصل ہو گی اور آمدنی میں اضافے کی بدولت معاشرے میں خواتین کا معاشی استحکام بھی پیدا ہو گا جس کی بدولت مجموعی طور پر معیار زندگی بلند کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس مقالے میں خواتین کے معاشی استحکام کے لئے خواتین کی آمدنی کے ذرائع اور اسلام کی روشنی میں اس کے استعمال پر تحقیقی جائزہ پیش کریں گے۔

لفظ "معاش" لغوی معنی و مفہوم:

لفظ معاش عربی لغت کی رو سے "عاش" کا مادہ ہے جس کے معنی "زندہ رہنا" ہے اور بعض اہل لغت اس کا ماہ "عیش" قرار دیتے ہیں جس کے معنی ہیں "خوراک، روزی، رزق" لیے جاتے ہیں [1]۔ اور اسی لفظ یعنی عیش سے معیشت بنا ہے جس کے معنی میں ہر وہ اشیاء مراد لی جاتی ہیں جن پر زندگی بسر کی جاتی ہے۔ مصباح اللغات کے مطابق "المعاش والمعیشۃ" سے مراد ہے کھانے پینے کی اشیاء جن کے ذریعے زندگی گزر سکے۔[2]

امام راغب اصفہانی رقمطراز ہیں:

العیش سے لفظ المعیشة ہے، سامان زندگی، اور کھانے پینے کی وہ تمام چیزیں جن پر زندگی بسر کی جاسکے [3]۔

علامہ ابن خلدون کے نزدیک "معاش رزق ڈھونڈنے اور اس کے حصول کے لئے جد وجہد کا نام ہے" [4]۔

روئے زمین پر جسمانی اور صحتمند زندگی گزارنے اور وسائل حیات کی تلاش کی جستجو کو ''معیشیت'' کا نام دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے اس کرّہ ارض پر موجود ہر ذی روح تسلسل کے ساتھ معاشی استحکام کے لئے مصروف عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کی تخلیق کے ساتھ ہی زمین پر پیدا ہونے والی اور قیامت تک آنے والی ہر مخلوق کے لئے بے شمار وسائل زندگی بھی زمین میں محفوظ کر دیے لیکن اس کے حصول کے لئے محنت وجد وجہد جیسے آلہ کار کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

خواتین کے معاشی حقوق

دنیا میں انسانیت کی ابتداء سے ہی مرد وزن کے حقوق کسی نہ کسی طرح سے موجود رہے ہیں، اور پھر مذاہب نے بھی مرد وزن کے حقوق پر بھی اپنے ماننے والوں کے لئے الہامی یا غیر الہامی تعلیمات پیش کی ہیں۔ لیکن اقوام متحدہ کے ادارے کے قیام سے ہی اپنی پہلی ترجیحات میں معیشیت اور انسانی حقوق کی علمبرداری کا علم لے کر اٹھا ہے اور حقوق کے تعین میں انسانوں کے مختلف طبقات کو موضوع بنایا ہے جن میں عورتوں کے حقوق پر سب سے زیادہ توجہ دی گئی ہے، خواتین کے تحفظ، معاشرے میں ان کے ساتھ ہونے والے امتیازی رویوں سے انہیں محفوظ کرنے اور معاشرے میں مساوی حقوق کی فراہمی کے لئے ہمیشہ سے جدوجہد جاری ہے۔ ۱۹۷۹ میں ایک کنونشن کی منظوری دی گئی جسے عورتوں کے خلاف ہر قسم کے امتیازات کے خاتمے کا کنونشن Convention on Elimintation of all form of Discrimination Against Women کا نام دیا گیا اس ضمن میں ریاستوں کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ معاشرے میں خواتین کی معاشی استحکام کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ آرٹیکل ۱۱ میں ''ملازمت'' کے عنوان سے جو سفارشات پیش کی گئی تھیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

(۱) ریاستیں اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کریں گی کہ روزگار کے میدان میں عورتوں کے خلاف امتیاز ختم ہو اور انہیں مردوں کے برابر مواقع میسر ہوں۔ جن میں کام کرنے کا حق، سماجی تحفظ، روزگار حاصل کرنے کے یکساں مواقع اور بھرتی کے یکساں ضابطے، روزگار اور پیشہ کے آزادانہ انتخاب کا حق۔

(۲) بیجنگ کانفرنس ۱۹۹۵ء میں خواتین کی ترقی اور مساوات کے لئے امور طے کئے گئے ان میں ''خواتین اور معیشیت'' کے عنوان سے چند سفارشات درج ہیں۔

خواتین کی معاشی خود اختیاریت کو یقینی بنایا جائے، ان کی معاشی سرگرمیوں میں شمولیت، کام کے لئے مناسب ماحول اور معاشی وسائل پر کنٹرول کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ کم آمدن والی خواتین کے لئے کاروباری سہولتوں، تربیت، مارکیٹ تک رسائی، معلومات اور ٹیکنالوجی کا حصول ممکن بنایا جائے۔ خواتین کی کاروباری اور معاشی سرگرمیوں کے لئے ایک مربوط نظام قائم کیا جائے[5]۔

ریاست میں خواتین کی معاشی خود مختاری کسی بھی ملک کی معاشرتی سماجی اقتصادی ترقی کے لئے لازم ہے، ازل سے ہی خواتین معاشرے میں معاشی ترقی اور خوراک کی پیداوار میں سب سے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ خواتین کی معاشی ترقی سے معاشرے میں توازن پیدا ہوتا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں خواتین نے اپنے گھر اور اہل خانہ کی کفالت کا بھی انتظام کیا اور مہنگائی کے دور میں اپنے شوہر کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر اس مہنگائی کا مقابلہ کیا ہے۔ خواتین کی معاشی سر گرمیاں ہر دور میں رہی ہیں جن کی آمدن سے نہ صرف گھر بلکہ معاشرے میں توازن قائم ہوا ہے اور انہیں خواتین نے ہر طرح کے برے حالات میں معیشیت کو سہارا دیا اور معاشرے کی بگڑتی صورتحال کو سنبھالا ہے۔ ہم اگر عہد نبوی سے قبل کی بات کریں تو اس وقت بھی خواتین نے اپنے معاشی استحکام کے لئے مختلف روزگار کے ذرائع قائم کئے ہوئے تھے جس کی آمدنی سے وہ اپنے گھر بار کو سہارا دیتی تھیں اور پھر عہد نبوی بالخصوص ازواج مطہرات کے معاشی صورتحال بھی ہمارے سامنے ہیں جنھوں نے اسلام سے قبل بھی گھر بار اور اہل وعیال کی مالی مدد کی اور معاشرے میں معاشی توازن قائم کیا اور اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اسلام کی سربلندی کے لئے مالی مدد کی۔ جو آج خواتین کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

عہد نبوی میں خواتین کی معاشی سر گرمیاں:

تجارتی سر گرمیاں:

عہد نبوی ﷺ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ خواتین کے بے شمار معاشی ذرائع موجود تھے حتی کے ازواج مطہرات نے بھی معیشیت کے استحکام کے لئے اہم کردار ادا کیا اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کو نہ صرف گھریلو معاملات میں استعمال کرتیں بلکہ کو اسلام کی سربلندی کے لئے استعمال کیا جس میں تجارت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی مالی تجارتی سر گرمیاں ملک شام تک پھیلی ہوئی تھیں اور ایک طرف یمن میں اور اس وسیع وعریض کاروبار کو چلانے کے لئے انھوں نے بڑا عملہ رکھا ہوا تھا۔ حضور اکرم ﷺ سے نکاح کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ۲۵ سال تک زندہ رہیں اس مدت میں آپ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے ساتھ ہر قسم کے روح فرسا مصائب کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور گھریلو معاملات میں آپ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا[6]۔

اسی طرح دیگر امہات المومنین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کی زرعی جائیدادیں طائف اور مکہ میں تھیں اور اکثر خواتین کی زرعی جائیدادیں مدینہ منورہ میں موجود تھیں[7]۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضور اکرم ﷺ کی دوسری زوجہ تھیں آپ کھالوں کو دباغت کرنا جانتی تھیں آپ فرماتی ہیں ایک دفع ہماری بھیڑ مر گئی لہٰذا ہم نے اس کی تازہ کھال اتروا کر دباغت دیا اور پھر اس میں کھجوریں بھر دیں[8]۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا حرفت و دستکاری سے وابستہ تھیں، طرح طرح کی چیزیں تیار کرتیں تھیں اور ان کو فروخت کروادیا کرتی تھیں اور اس کی آمدنی اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا کرتی تھیں[9]۔

اس طرح سے اور بھی خواتین جن میں حضرت خولہ، ام ورقہ، حضرت ثقیفہ رضی اللہ عنھن وغیرہ بھی عطریات وغیرہ کی تجارت کر کے اپنی گھریلو ضروریات پوری کیا کرتی تھیں، حضرت اسماء بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا دور فاروقی میں عطر وغیرہ کا کاروبار کیا کرتی تھیں ابن سعد فرماتے ہیں:

"وكان ابنها عبد الله بن أبي ربيعة يبعث إليها بعطر من اليمن وكانت تبعيه إلى الاعيطة فكنا نشتري منها"[10].

حضرت اسماء کا بیٹا عبداللہ بن ابی ربیعہ یمن سے عطر بھیجتا اور اہل علاقہ ان سے خریدتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ صنعت و حرفت سے واقف تھیں اور کاروبار کی رقم سے اپنے گھر والوں کا خرچہ بھی اٹھاتی تھیں۔ حضرت علقمہ نے حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے:

أن زينب الأنصارية امرأة أبي مسعود وزينب الثقفية امرأة ابن مسعود أتتا رسول الله ﷺ تسألانه النفقة على أزواجهما فقال: «لهما أجران، أجر القرابة وأجر الصّدقة».[11]

عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زینب انصاریہ جو کہ ابی مسعودؓ کی زوجہ تھیں ان کے ساتھ زینب ثقیفہؓ جو کہ ابن مسعود کی زوجہ تھیں دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور پوچھا کہ کیا وہ اپنی آمدنی خاوندوں پر خرچ کریں؟ آپ نے فرمایا تمہارے لئے دہرا اجر ہے، ایک صدقے کا اور دوسرا رشتہ داروں سے حسن سلوک کا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے گھریلو معاملات میں بیوی کی کمائی سے رقم خرچ کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے دوہرا اجر فرمایا ہے۔ آج بھی ہمارے معاشرے میں دیکھا جائے تو زوجین کے درمیان جھگڑے کا سبب اور گھریلو ناچاقی کے اسباب میں معاشی مسائل ہیں۔ اور میاں بیوی دونوں کی شرعی تقاضوں کو مدنظر رکھ کر اگر اپنا گھر بار چلاتے ہیں تو اسے اسلام نے پسند فرمایا ہے۔

اسی طرح عرب میں جہاں تجارت کو ذریعہ معاش سمجھا جاتا تھا وہیں رضاعت کو بطور پیشہ اپنا گیا تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جو کہ رسول اللہ ﷺ کی رضاعی ماں تھیں آپ ﷺ کے علاوہ بھی آپ نے متعدد بچوں کو

رضاعت کے ذریعہ پالا جس کی وجہ سے ان بچوں کے اہل خانہ کی وجہ سے تحائف اور رقم وغیرہ دی جاتی جس سے آپ اپنے گھر کا خرچہ اٹھاتی تھیں۔

اسی طرح بچوں کی ولادت کے مواقع پر خالص پیشہ ور "قابلہ" یعنی دائیاں ہوتی تھیں جن میں حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا اور مکی دور میں ام انمار بنت سباع رضی اللہ عنہا کا نام مشہور دایہ میں ہوتا ہے[12]۔

عصر حاضر میں خواتین کے معاشی مسائل اور گھریلو ناچاقیوں کی وجوہات:

عصر حاضر میں خواتین مردوں کے شانہ بشانہ تقریباً ہر شعبہ میں اپنی خدمات انجام دے رہی ہیں، جن میں سے کچھ اپنے پروفیشنلز اسکلز کو استعمال کرنا چاہتی ہیں اور بعض اپنے گھریلو معاملات اور معاشی مسائل کے حل کے لئے باہر کام کرنے کے لئے یا ذریعہ معاش حاصل کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ پاکستان جیسے ملک میں خواتین کو مکمل تحفظ دیا جاتا ہے اور اس کے حقوق کے حصول کے لئے قانون سازی بھی کی گئی ہے۔

پاکستان کی صورتحال دیکھی جائے تو پاکستان کی زیادہ تر آبادی متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی ہے اور آج کے اس تیز رفتار معاشرے میں سب سے زیادہ متاثر ہونے والوں میں زیادہ تر خواتین ہیں جنہیں آج کی اس مہنگائی کے دور میں طرح طرح کی تکالیف سے گزرنا پڑتا ہے۔

اشیاء جہیز کے استعمال کا مسئلہ:

"جہیز" عربی لغت کے اعتبار سے "جھاز" سے لیا گیا ہے جس کے معنی "ساز و سامان" کے ہیں۔ مفردات کے مصنف امام راغب اصفہانی تحریر کرتے ہیں:

> الجهاز ما يعد من متاع وغيره والتجهيز حمل ذلك أو بعثه.[13]
>
> جہاز سے مراد وہ سامان جو تیار کیا جائے اور تجہیز سے مراد تیاری کے بعد اس سامان کو اٹھانا یا کہیں بھیجنا ہے۔

نور اللغات کے مطابق:

> ایسا سامان جو لڑکیوں کو شادی سے قبل ان کے اہل خانہ کی جانب سے دیا جاتا ہے۔[14]

انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز کے محقق اس لفظ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> *Dwory is the proertry which a man revieves when he marries, either from his wife or from her family.* [15]

جہیز سے مراد ایک خاص جائیداد ہے جو جسے ایک شوہر اپنی بیوی سے یا اس کے اہل خانہ سے وصول کرتا ہے

اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے جہیز ایسے سامان کے لئے بولا جاتا ہے جس میں لڑکی کی ضرورت کے مطابق اس کو اس کے اہل خانہ کی جانب سے دیا جاتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں جہیز کے اسباب میں تحریر کیا جاتا ہے کہ چونکہ لڑکی اپنے والدین کے گھر کو خیر باد کہہ کر ایک نئے گھر میں چلی جاتی ہے اور اس کی زندگی ایک نئے جہت سے شروع ہوتی ہے، اس لیے والدین اور اہل خانہ اس کی آسانی کے لئے جہیز یا تحائف دے دیتے ہیں تاکہ نئے گھر جانے میں اسے کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ نئے لوگوں اور گھر میں جانے کی وجہ سے وہ چیز مانگنے میں شرم محسوس کرے گی لہٰذا بیٹی کو جہیز کے نام پر ضروریات زندگی کا سامان فراہم کر دیا جاتا ہے۔ اس کا ایک سبب معاشی اسباب کو بھی قرار دیا جاتا ہے کیونکہ معاشرے میں معاشی اعتبار سے مسائل ہمیشہ سے رہے ہیں لہٰذا معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بیٹی کو وہ تمام اشیاء فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اسے آنے والی زندگی کے کم از کم ۸ سے ۱۰ سال تک پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اس عرصے میں رقم کی بچت کر کے اپنے آپ کو معاشرے کی سطحی حالت کے برابر کرے۔

جہیز دینے کا آغاز تو برصغیر پاک و ہند کی تہذیب سے ہی نظر آتا ہے، جیسا کہ قدیم ہندوؤں کا رواج تھا کہ شادی کے موقع پر لڑکی کے گھر والوں کی جانب سے لڑکی کو جہیز اور داماد کو چند تحائف دیئے جاتے تھے۔

عہد نبوی ﷺ میں جہیز کا کوئی تصور موجود نہیں تھا لیکن بعض حضرات اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس کی دلیل میں ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے بھی حضرت فاطمہ کی شادی پر جہیز دیا تھا جیسا کہ روایت میں ہے۔

> عن علي رضي الله عنه قال: «جهز رسول الله ﷺ فاطمة في خميل وقربة ووسادة حشوها إذخر».[16]
>
> حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ کو ایک چادر، مشکیزے اور ایک تکیہ جس میں اذخر گھاس بھری ہوئی تھی عطا کی تھی۔

اب اس روایت میں چونکہ لفظ جہیز تحریر ہے اور بعض حضرات نے اس سے رائج جہیز مراد لیا ہے جس سے یہ تاثر جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بھی ایسی رسم کو فروغ دیا تھا جو آج کل ہمارے معاشرے میں رائج ہے۔ لیکن بعض آئمہ کرام کے نزدیک لفظ جھز سے عصر حاضر کا جہیز مراد نہیں لیا جاتا جیسا کہ اہل لغت نے اس کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ الجھاز سے مراد سفری سامان ہے، (یعنی ایک مسافر اپنے سفر کے لئے ضرورت کی اشیاء رکھتا ہے)

لہذا یہ لفظ ہر اس سامان کے لئے بولا جاتا ہے جس کو کسی کی ضرورت ہو اور رہی بات تجہیز کی تو اس کے معنی ہیں سامان اٹھانے اور بھیجنے کے۔

اگر یہ رسم عہد نبوی سے رائج ہوتی تو آپ ﷺ اپنی دیگر صاحبزادیوں کو بھی عطا کرتے چونکہ ایسا نہیں لہذا لفظ جھز سے مراد سفری سامان ہی ہے، جو حدیث میں ذکر ہے اور اگر ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت فاطمہؓ کی شادی کی تفصیلات پڑھیں تو پتا چلتا ہے کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس خاص ساز و سامان موجود نہ تھا۔ اور جو کچھ حضور نے عطا کیا اس میں ایک بنی ہوئی چادر، چارپائی، اور چرخی تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، عطا کئے اور دیگر صاحبزادیوں کو اس لئے عطا نہیں کیے اس حوالے سے پروفیسر رفیع اللہ شہاب لکھتے ہیں:

> "اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی دوسری صاحبزادیاں جن گھروں میں بیاہی گئیں وہاں گھریلو ضرورت کا سامان پہلے سے ہی موجود تھا اس لئے کسی قسم کے سامان کی ضرورت پیش نہ آئی"۔[17]

شوہر کے لئے جہیز کا سامان استعمال کرنے کا مسئلہ:

مروجہ جہیز کو دو طرح کی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے: جہیز بالرضا، جہیز بالمطالبہ، جہیز بالرضا سے مراد یہ ہے کہ لڑکی کے اہل خانہ لڑکی کو اپنی مرضی سے شادی کے وقت کچھ تحائف، ساز و سامان دے دیں اور اس لڑکی کو اس کا مالک بنا دیں اور جہیز بالمطالبہ سے مراد یہ ہے کہ لڑکے والے لڑکی کے اہل خانہ سے شادی کے وقت کچھ سامان کا مطالبہ کریں جسے لڑکی والوں کو مجبوراً پورا کرنا پڑتا ہے۔ لہذا اسلام میں جہیز کا مطالبہ کرنا سخت حرام اور گناہ قرار دیا گیا ہے خواہ اس میں سامان متعین کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو۔ لیکن اگر لڑکی ایسے گھر جا رہی ہو جہاں بنیادی ضروریات میسر نہ ہوں اور اندیشہ ہو سامان نہ ہونے کی وجہ سے تکالیف کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے تو اس اعتبار سے چند خاص سامان کو بیٹی کے ساتھ روانہ کر دینے کو ایک قابل تعریف اور مستحسن عمل قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح ضرورت کے پیش نظر اہل خانہ کی جانب سے تحائف وغیرہ خوشی سے دیئے جائیں تو اسے قبول کرنے میں کوئی عار نہیں بلکہ یہ انسانیت کا حق ادا کرنا ہے شوہر کو بیوی کے اجازت سے اس کا مال استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ ھندیہ میں موجود ہے۔

(الفصل السادس عشر في جهاز البنت) لو جهز ابنته وسلمه إليها ليس له في الاستحسان استرداد منها وعليه الفتوى.[18] وفي قواعد الفقه: لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير اذنه.[19]

مہر کی رقم کا استعمال:

لفظ مہر کے لغوی و اصطلاحی معنی و مفہوم:

لغوی اعتبار سے مہر کی تعریف اس طرح بیان کی جاتی ہے:

''مهرا المرأة أعطاها أو جعل لها مهرا، الصدق وهو ما يجعل للمرأة من المال تنتفع به شرعا وتنفقه معجلا أو مؤجلا''.[20]

''مہر'' یا ''صداق'' ایسے مخصوص مال کو کہا جاتا ہے، جو عورت سے شرعی فائدے کے لئے اسے دیا جاتا ہے، چاہے وہ جلد ادا کیا جائے، یا تاخیر سے ادا کیا جائے۔

اگر مہر جلد ادا کیا جاتا ہے اسے ''معجل'' عجلت (جلدی) کہتے ہیں اور اگر مہر تاخیر سے ادا کیا جائے تو اسے مؤجل کہا جاتا ہے یہی وجہ ہے دوران نکاح، مہر کی کیفیت کو بھی بیان کر دیا جاتا ہے۔

امام کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی روشنی میں ''مہر'' کے سات نام تحریر کئے ہیں

وقال الكاكي: وللمهر سبعة أسماء في القرآن.[21]

أحدها: الصداق قال الله تعالى: ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾

والثاني: النحلة قال الله تعالى: ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾

والثالث: الأجر، قال الله تعالى: ﴿وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾

والرابع: الفريضة: قال الله تعالى: ﴿وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً﴾

والخامس: المهر، قال عَلَيْهِ السَّلَامُ: فإن لمسها فلها المهر بما استحل.

السادس: العليقة، قال عَلَيْهِ السَّلَامُ: أدوا العلائق، قيل: يا رسول الله ﷺ وما العلائق؟ قال: ما تراضى الأهلون.

السابع: العقر قال عَلَيْهِ السَّلَامُ: عقر نسائها.

قلت: لم يذكر في القرآن إلا أربعة من الأسامي، والثلاثة من الحديث.

ایک: صداق۔ دوسرا: نحلہ۔ تیسرا: اجر۔ چوتھا فریضہ ۔

پانچواں: مہر۔ چھٹا: علیقہ۔ ساتواں: عقر

مہر کا مشہور نام ''صداق'' ذکر کیا جاتا ہے، اور لغت کے مطابق صداق ایسے مال پر صادق آئے جسے اظہار رغبت اور دلوں میں الفت پیدا کرنے کے لئے خرچ کیا جائے۔ جیسا کہ امام ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں۔

''وسمي به لأنه يظهر به صدق ميل الرجل إلى المرأة''.[22]

یعنی اسے صداق کہنا اس لئے صحیح ہے کہ صدق سچ کے معنی میں ہے لہٰذا شوہر کا اپنی بیوی کی طرف سچا میلان ظاہر ہوتا ہے اس لئے مہر کو صداق کہنے لگے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾.[23]

پس ان کے طے کردہ مہر انکو دے دو۔

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں: "أمر الله الرجل أن يدفعوا لهن المهر ويدرؤوا إليهن النفقة".

یعنی یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے مرد حضرات کو یہ حکم دیا جارہا ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو مہر اور نفقہ ادا کریں۔

مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں آئمہ کرام نے شرعی نکاح کے لئے مہر ادا کرنے کو لازم قرار دیا ہے، ان کے بقول آیت میں لفظ "فريضة" (فرض) وارد ہوا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص بوقت نکاح مہر کا تعین نہ کرسکے تو اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا۔

امام اکملؒ کے قول کے مطابق کسی بھی قسم کا مال یا دولت مہر میں دی جاسکتی ہے

قال الأكمل: المهر المال.[24]

یعنی مال خواہ وہ نقد کی صورت میں ہو، زمین، زیور، سونا، چاندی وغیرہ اور اسلام کی رو سے اس کی قیمت دس درھم مقرر کی گئی ہے۔

امام وہب الزحیلیؒ تحریر کرتے ہیں:

وتسن تسمية المهر في العقد لأنه لم يخل نكاح اعته[25]

نکاح میں مہر سنت ہوگا کیوں کہ آپ ﷺ کا کوئی نکاح بغیر مہر کے نہیں تھا۔

مہر کی ملکیت کا حکم:

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾.[٢٦]

اے ایمان والو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کی ذات کے وارث بن جاؤ اور تم عورتوں کو اس نیت سے نہ روکے رکھو کہ تم نے جو مہر ان کو دیا تھا اس کا کچھ حصہ لے لو مگر اس صورت میں کہ وہ کھلی بدکاری کا ارتکاب کریں اور تم اپنی بیویوں کے ساتھ بہترین انداز میں زندگی گزارو، پھر اگر تم انہیں ناپسند کرو تو صبر کرو قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں عظیم فائدہ رکھ دے۔

سورۃ النساء کی ایک اور آیت میں فرمایا:

﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾[27]

اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہو اور اسے مہر میں بہت سامال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو، کیا تم وہ مال بہتان باندھ کر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے لوگے؟

عبدالرحمن کیلانی تفسیر تیسیر القرآن میں لکھتے ہیں:

"یہاں دینے سے مراد صرف حق مہر نہیں۔ اس کے علاوہ بھی جو کچھ تم اپنی بیویوں کو دے چکے ہو۔ وہ ہرگز واپس نہ لینا چاہیے۔ بیوی کا تو خیر حق بھی ہوتا ہے۔ انسان اگر کسی دوسرے شخص کو کوئی چیز دے تو پھر اسے وہ واپس نہیں لینی چاہیے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنے صدقہ (اور دوسری روایت کے مطابق اپنے ہبہ) کو واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے"۔[28]

تمام مفسرین کرام اور آئمہ فقہاء کے نزدیک مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں یہی استدلال کرتے ہیں کہ زوجہ کو دیا گیا مہر یا تحائف تمام بیوی کی ملکیت شمار ہونگے۔

تفسیر بیان القرآن میں علامہ عاشق الٰہی صاحب لکھتے ہیں:

"اگر کسی شخص کے نکاح میں کوئی عورت ہو اور وہ اسے طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے اس کے متعلق آیت بالا میں ہدایت فرمائی ہے کہ اگر کسی بیوی کو چھوڑ رہے ہو جسے تم مہر میں یا مہر کے علاوہ بھی بطور ہبہ وعطیہ کے بہت سامال دے چکے ہو تو اس مال میں سے کچھ نہ لو، اول تو طلاق دینا ہی مبغوض چیز ہے پھر ایسی عورت کو جو ایک عرصہ ساتھ رہی ہے خصوصاً جبکہ اس کا کوئی قصور نہ ہو اس کو طلاق دینا اور جو مال اس کو دے دیا ہو وہ اس سے واپس لے لینا اخلاق اسلامیہ کے خلاف ہے اس قسم کے مواقع میں عورتیں مال واپس کرنے سے گریز کرتی ہیں لہٰذا مال لینے کے لیے طرح طرح سے انہیں تنگ کیا جاتا ہے یا ان پر کسی طرح کی تہمت رکھ دی جاتی ہے یا زبردستی چھین لیا جاتا ہے، یہ سراپا ظلم ہے اس سے منع فرمایا"[29]۔[30]

معاشی استحکام کے لئے "مہر" کی رقم شوہر کو دینا:

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا﴾[31]

اور تم عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کر دیا کرو وہاں اگر وہ خوش دلی کے ساتھ خود بخود اس مہر میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اس کو رچتا پچتا سمجھ کر کھاؤ۔

یعنی جب مہر مقرر کر دیا تو اس کا ادا کرنا فرض ہے، اور مرد جب تک مہر ادا نہ کرے بیوی کا قرض دار رہے گا اگر عورت پورا مہر یا کچھ حصہ معاف کر دے یا کچھ حصہ لینے کے بعد واپس کر دے تو اس کو رکھ لینا جائز ہے البتہ اس میں ایک شرط لازم ہے اور وہ یہ کہ عورت نے جو کچھ دیا ہو یا معاف کیا ہو وہ اس نے طیب نفس کے ساتھ دیا ہو، طیب نفس کا معنی یہ ہے کہ اچھی طرح خوب خوشی سے دل کی گہرائی سے دے دے یا معاف کر دے۔ مرد کے لئے مستحسن یہ ہے کہ اپنی حیثیت یا خاندان کی حیثیت کے مطابق مہر دیا جائے اور یہ عورت کی ذاتی ملکیت بن جاتا ہے وہ کسی کو دے یا اپنے پاس رکھے۔ اسے کاروبار میں لگا دے اسے اختیار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے مفتیان کرام اور علماء کرام کے فتاویٰ کے مطابق اگر بیوی معاشی استحکام کے لئے خاوند کو زیور، سونا چاندی یا رقم دے تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو عورت اپنے خاوند کو بطور قرض دے یا پھر مہر کو ہبہ کر دے۔ اگر پہلی صورت میں دیا گیا ہے یعنی بطور قرض تو اس کا لوٹانا شوہر پر لازم ہو گا اور اگر بطور ہبہ دیا اور بیوی خوشی سے معاف کر دے تو اس کی طرف سے تبرع ہو گا"۔

حق وراثت: والدین/شوہر کی طرف سے خواتین کا جائیداد میں حصہ

قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا﴾[32]

والدین اور قریبی رشتہ دار جو مال چھوڑ جائیں اس میں مردوں کا حصہ ہوتا ہے، اور والدین اور قریبی رشتہ دار جو مال چھوڑ جائیں اس میں عورتوں کا بھی حصہ ہوتا ہے، چاہے مال تھوڑا ہو یا زیادہ، اور یہ حصے (اللہ کی طرف سے) مقرر کر دیئے گئے ہیں

اس آیت میں ایک اصولی حکم دیا ہے کہ ماں باپ اور رشتے داروں کی چھوڑی ہوئی جائداد میں، چاہے وہ کسی نوعیت کی ہو، جس طرح مردوں کا حق ہے اسی طرح عورتوں اور چھوٹے بچوں کا بھی وراثت میں حصہ ہے عورتوں کا نام مستقل طور پر لینے سے مقصود زمانہ جاہلیت کی اس قبیح عادت کی تردید ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ عورتوں اور بچوں کو وراثت میں سے حصہ نہیں دیتے تھے، سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کو ان کا حق دو مقرر کردہ حصے اور فریضے کے طور پر۔ یعنی اس کا دینا اور ادا کرنا ضروری ہے کہ یہ ان کا حق اور مقرر کردہ حصہ ہے، سو جس کا جو اور جتنا حصہ قاعدہ اور قانون کے

مطابق بنتا ہو وہ اس کو دے دیا جائے، اس میں کسی طرح کی کوئی کمی بیشی نہ کی جائے کہ یہ اس کا حق ہے جو اللہ کی طرف سے اس کو ملا ہے۔

خواتین کی آمدنی میں تصرف کا مسئلہ:

عصر حاضر میں خواتین اپنے معاشی استحکام کے لئے مختلف ذرائع کا استعمال کر رہی ہیں، جن میں آن لائن کاروبار وغیرہ سر فہرست ہیں جن کی بدولت خواتین روزگار کے حصول کے لئے مردوں کے شانہ بشانہ کھڑی ہیں اور اپنے اخراجات کو پورا کرنے میں خود مختار ہیں خواتین کے پاس ان کی ذاتی ملکیت کے علاوہ جہیز، مہر، نان و نفقہ، وراثت وغیرہ وہ ذرائع ہیں جو عورت کی ذاتی ملکیت تصور کیے جاتے ہیں۔ کیا اس میں تصرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس حوالے سے چند آراء پیش کی جائیں گی۔

مسٹر جسٹس آفتاب "Status of Islam" میں تحریر کرتے ہیں:

> "اسلام میں خواتین کو مکمل طور پر معاشی آزادی، مالی حقوق میں مردوں کے مساوی درجہ دیا ہے، لہٰذا عورت کوئی بھی جائز حدود میں رہ کر کوئی بھی ذریعہ معاش اختیار کر سکتی ہے، جس کی وہ خود مالک ہے اور بغیر کسی دباو کے اپنی جائداد میں تصرف کرنے کا حق رکھتی ہے"[33]۔

اسی حوالے سے آپ مزید تحریر کرتے ہیں:

> "عورت کی ملکیت میں آنے والی ہر چیز خواہ جائداد ہو یا اس کی آمدنی، شادی سے پہلے ہو یا شادی کے بعد، اس ملکیت کی مالک خود عورت ہے اور اس کی جائیداد میں اس کے شوہر یا سرپرست میں سے کسی کو حق حاصل نہیں کہ وہ اس میں تصرف کر سکے"[34]۔

مسٹر جوزف "Women in Muslim Rural Society" رقمطراز ہیں:

> عورت کی ملکیت کو تحفظ حاصل ہے بلکہ قانون یہاں تک کہتا ہے کہ عورت جو بھی مال اپنے والدین کے گھر سے جہیز کی صورت میں لائے یا تحائف کی صورت میں سب کے سب اس کی ملکیت ہیں کوئی دوسرا یہاں تک کے شوہر کو بھی حق حاصل نہیں کہ اسکے مال کو ہاتھ لگائے[35]۔

گزشتہ عبارتوں سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ عورت کو شوہر کی طرف سے دیا جانے والا مہر پر صرف عورت کا حق ہے اور اسے اس حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام میں عورت کے پاس جو بھی مال ہے اس کی ملکیت، قبضہ اور تصرف کا پورا حق صرف عورت کو حاصل ہے وہ اپنے مال کی مالک ہے چاہے وہ فروخت کرے یا ھبہ کرے اور اس سے تجارت کرے یا اپنی آمدنی اپنے گھر بار کے اخراجات پر خرچ کرے۔

اس حوالے سے چند علماء کرام کے اقوال کا جائزہ پیش کرتے ہیں:

پروفیسر ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی صاحب ایک مسئلہ میں رہنمائی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عام حالات میں گھر کا خرچہ اٹھانے کا ذمہ دار شوہر ہے، لیکن ایسے حالات سامنے آجائیں جس کے سبب بیوی کو معاشی حصول کے لئے مجبور ہونا پڑے، یا شوہر بے روزگار ہو اور گھر کے اخراجات پورے نہ ہوتے ہوں تو ان حالات میں عورت کے مال میں سے اجازت کے ساتھ مال خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اسلام نے اس کی اجازت دی ہے''[36]۔

علامہ فضیل رضا صاحب لکھتے ہیں:

''جو بھی سامان عورت کی ملکیت میں آجائیں خواہ وہ جہیز میں ملنے والی ہوں یا وراثت میں یا تحائف کی صورت میں یا کمائی کرکے حاصل کی گئی ہوں، اس میں شوہر کو کسی طرح حق مالکانہ حاصل نہ ہونگے اور نہ شوہر اس میں بیوی کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے کا اہل ہے ہاں البتہ اجازت صراحۃً(واضح لفظوں) میں ضروری نہیں، دلالۃً اجازت بھی قابل قبول ہے''[37]۔

خلاصہ مقالہ:

اسلامی تعلیمات کے مطابق اسلام نے عورت کے معاشی، معاشرتی و سماجی حقوق کو ہر جگہ تسلیم کیا ہے اور معاشرتی سماجی مسائل کے حل کے لئے خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے کچھ حدود و قیود کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ عصر حاضر میں خواتین کے معاشی استحکام کے لئے اسے ہر طرح کے شعبہ میں ملازمت کی اجازت تو دی ہے مگر اسلام بنیادی طور پر مرد کو ذمہ دار بناتا ہے کہ وہ اپنے گھر بار، بیوی بچوں والدین کے اخراجات کو اٹھائے اور عورت کو معاشی ذمہ داری سے دور کرکے اس کے ذمہ اصلاح و تربیت کا کام دیا ہے تاکہ خاندان کے نظام کو بہتر انداز میں چلایا جاسکے اور بچوں کی تربیت میں کسی قسم کی کوئی کمی واقع نہ ہو۔ اور معاشرے میں کسی طرح کا انتشار پیدا نہ ہو اور اس کے استحکام میں کوئی فرق محسوس نہ ہو۔ اور مرد کو عورت کا ذمہ دار بنایا تاکہ عورت باعفت و عصمت اور بہترین زندگی گزار سکے اور اسے ایسے حالات میں نہ دھکیلا جائے کہ اس کے لئے اخلاقی حدود کو قائم رکھنے کے لئے پیچیدہ صورتحال کا سامنا کرنا پڑے۔ البتہ عورت کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ معاشی استحکام کے لئے اپنے شوہر کی مدد کرسکے۔ اگر زوجین یا بہن بھائی کو گھریلو حالات میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے ایسے حالات میں خواتین کو اجازت کے اپنی آمدنی سے معاشی مسائل کو حل کرے۔ لہٰذا اسلام نے عورت کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنے مہر کی رقم، نان و نفقہ، حق وراثت اور ہر طرح کی جائیداد میں صرف عورت ہی مالک ہے البتہ شوہر کو اس بات کی اجازت ہے وہ بیوی کی

اجازت سے اس میں سے رقم وغیرہ لے سکتا ہے۔اسلام نے اس کی اجازت دی ہے اور شوہر کو اس بات کا بھی حکم دیا ہے کہ وہ عورت کے اس مال کو واپس کرنے کا بھی ارادہ رکھے صرف قابض ہو جانے کے بعد اس سے دستبردار نہ ہو جائے۔

(References)

[1]- سید احمد خان، فرہنگ آصفیہ، ترقی اردو بیورو، دہلی، جلد4، ص368

[2]- عبدالحفیظ، بلیاوی، مصباح اللغات، مکتبہ قدوسیہ، ص587

[3]- امام راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، نور محمد کتب خانہ کراچی، ص656

[4]- علامہ ابن خلدون، دیوان المبتداء والخبر (المقدمہ)، دار الکتب لمیٹڈ، جلد1، ص364

[5]- ڈاکٹر ام کلثم، خواتین اور معاشی خود انحصاری کا مسئلہ، خواتین، معاشی اختیار، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد ص26

[6]- احمد خلیل جمعہ، صحابیات طیبات، مترجم محمود احمد غضنفر، نعمانی کتب خانہ لاہور، ص45

[7]- احمد بن یحیی بن جابر بلاذری، فتوح البلدان، دار الکتب علمیہ بیروت لبنان، جلد1 ص427

[8]- محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقہ علی موالی ازواج النبی ﷺ حدیث 1492

[9]- ابن الاثیر، علامہ عزالدین، اسد الغابہ، دار الکتب علمیہ، جلد5، ص494

[10]- محمد بن سعد ابو عبداللہ، طبقات الکبریٰ، دار الکتب علمیہ بیروت، جلد8، ص300

[11]- علامہ احمد بن حجر، العسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، دار الکتب علمیہ بیروت، جلد8، ص164

[12]- فتوح البلدان، جلد1 ص175

[13]- المفردات فی غریب القرآن، کتاب الجیم، ص101

[14]- مولوی نور الحسن نیر، نور اللغات، حلقہ اشاعت لکھنو، انڈیا، جلد دوم، ص362

[15]- Max Radian, Encyclopedia of Social Science, The Macmillan Company, MCML, New York, 1950, Vol:5, P:230

[16]- علي محمد الصلابي، علي بن أبي طالب، شخصيته وعصره، دراسة شاملة، جميع الحقوق محفوظة للناشر، 2005م، ص101

[17]- پروفیسر رفیع اللہ شہاب، رسم جہیز کے بارے میں غلط ایک مشہور غلط فہمی، تحقیقی مجلہ فکر و نظر، والیم 17، 1، ص65

[18]- لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي، الفتاوى الهندية، دار الفكر بيروت، طبعة ثانية، عدد الاجزاء:6، جلد1، ص327

[19]- ایضا، جلد1، ص110

[20]- العینی امام بدر الدین أبو محمد، البناية في شرح الهداية، دار الكتب العلمية بيروت، ط: الاولی، 2000، جلد5، ص130

[21]- ایضا

[22]۔ ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، دار الفکر بیروت، جلد5، 2097

[23]۔ سورۃ النساء:24

[24]۔ البنایۃ في شرح الهدایۃ، جلد 5 ص130

[25]۔ وہبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامیہ وادلتہ، دار الفکر دمشق، الجزء التاسع، ص6860

[26]۔ سورۃ النساء:19

[27]۔ سورۃ النساء:20

[28]۔ صحیح بخاری، کتاب الھبہ، باب ھبۃ الرجل لامراتہ والمرأۃ لزوجھا، دار طوق والنجا، جلد3، ص164

[29]۔ سورۃ النساء:20

[30]۔ علامہ عاشق الہی، تفسیر انوار البیان، ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، اردو بازار لاہور، جلد2، ص212

[31]۔ سورۃ النساء:20

[32]۔ سورۃ النساء:7

[33]- Dr Jus, Aftab Hussain, Status of Women in Islam, Law Publishing Company, 1987, P: 464.

[34]- Ibid, P: 201.

[35]- Joseph Giant, Women in Rural Society, Transection Publishers, p: 173.

[36]۔ ندوی، ڈاکٹر رضی الاسلام، ماہ نامہ شمارہ، زندگی نو، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئ دہلی، شمارہ38، 7جولائی2012

[37]۔ علامہ فضیل رضا، ماہنامہ فیضان مدینہ، مارچ2018، مکتبہ المدینہ، کراچی، ص14